AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783
https://aljamei.com/index.php/ajrj

راشدہ قاضی کی افسانہ نگاری کا موضوعاتی مطالعہ

A Thematic Study of Rashida Qazi's Short Stories

Safia Bibi
Ph.D. Scholar NCBA& E Multan, musadiqhussain6447@gmail.com
Dr. Muhammad Shakeel Patafi
Chairman, Department of Urdu NCBA& E Multan, shakilpitafi@gmail.com

Abstract

Rashida Qazi is a representative fiction writer of South Punjab. The central theme of her short stories is woman, and her narratives embody a unique blend of feminine consciousness and social awareness. Her stories are not merely a form of creative expression; rather, they are a cultural and intellectual record of their time, which, on the canvas of history, highlight the existence of woman, her struggles, and her dreams in a dignified manner. The characters in her stories possess psychological depth, and through their dialogues, they reflect the truthfulness and authenticity of life. In her three short story collections, the most prominent feature is the awareness of feminine identity. She does not portray woman merely as a figure of suffering; instead, she presents her as a courageous, conscious, and intellectually awakened being. For her, femininity is not a claim to gender superiority; rather, it is a symbol of Eastern cultural consciousness and human dignity.

***Key words**: Short Story, Feminine Consciousness, Feudal Society, Culture and Civilization, Enlightenment.*

راشدہ قاضی جنوبی پنجاب کی نمائندہ افسانہ نگار ہیں ان کے افسانوں کا مرکزی موضوع عورت ہے ان کی کہانیاں نسائی شعور اور سماجی آگہی کا امتزاج ہیں ان کہانیاں محض تخلیقی اظہار ہی نہیں بلکہ اپنے عہد کا ثقافتی اور فکری نوشتہ ہیں جو وقت کے کینوس پر عورت کے وجود اس کی جدوجہد اور اس کے خوابوں کی معتبر تصویریں اجاگر کرتی ہیں ان کے افسانوی کردار نفسیاتی گہرائی اور مکالموں میں زندگی کی صداقت کو پیش کرتے ہیں ان کے تین افسانوی مجموعوں میں کہانیوں کا نمایاں وصف نسائی شعور ہے وہ عورت کو محض مظلوم پیکر کے طور پر نہیں پیش کرتی بلکہ ایک باہمت باشعور اور بیدار فکر ہستی کے طور پر اجاگر کرتی ہیں ان کے ہاں نسائیت محض صنفی برتری کا دعوی نہیں بلکہ مشرقی شعور اور انسانی وقار کا استعارہ ہے۔

انہوں نے معاشرتی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اپنے تجربات سے افسانے تخلیق کیے۔راشدہ قاضی کے پہلے افسانوی مجموعے کا نام "مجھے کیا برا تھا مرنا"جو 1999ء میں سطور پبلی کیشنز سے شائع ہوا۔اس مجموعے میں کل نو افسانے اور ایک طویل افسانہ شامل ہے جس کی ترتیب یوں ہے۔نامرد، اپلائیڈ فار، سوالیہ نشان، من وتو، 36 گھنٹوں میں سے 15 منٹ، مجھے کیا برا تھا مرنا، گرد میں لپٹی کہانی، کتی کمینی، فرشتہ اور طویل افسانہ شامل ہے۔ دوسرا افسانوی مجموعی پہلی سی محبت 2012ء کو منظر عام پر آیا جو مثال پبلشرز سے شائع ہوا۔یہ افسانوی مجموعہ چھ افسانوں پر مشتمل ہے۔"پہلی سی محبت"، تین خط، امان، مرد، یہ زندگی، جگنو اور ستارہ۔

تیسرا مجموعہ 36 گھٹوں میں سے 15 منٹ 2014ء میں مثال پبلشرز فیصل آباد سے شائع ہوا۔ اس میں پہلے مجموعہ کے بھی کچھ افسانے شامل ہیں۔ اس میں انیس افسانوں کی ترتیب کچھ اس طرح ہے۔ "چھوٹی سی غلط فہمی"، "فارمی چوزے"، "دھت تیرے کی"، "گو ذرا سی بات تھی"، "ترا ستارہ میرے آسمان سے باہر ہے"، "گھونسلہ"، "لاڈو"، "کنارے"، "مرد"، "اپلائیڈ فار"، "سوالیہ نشان"، "من و تو"، "36 گھنٹوں میں سے 15 منٹ"، "مجھے کیا برا تھا مرنا"، "گرد میں لپٹی کہانی"، "کتی کمینی"، "فرشتہ رونق ہستی ہے عشق خانہ ویراں ساز سے"۔ ڈاکٹر انوار احمد راشدہ قاضی کی افسانہ نگاری کے متعلق لکھتے ہیں:

> "اس کے افسانوں کا بھی ایک مجموعہ شائع ہوا ہے اور اس میں بھی بیشتر کہانیوں میں اس کی جذباتیت عروج پر ہے مگر اس کے سیاسی اور سماجی نقطہ نظر کے مداح اس کی تخلیقی کائنات میں اس خطے میں استحصال کا نشانہ بننے والی عورتوں کی اس آواز کو سننے کی تمنائی ہیں جو ایک روز ایسی للکار بنے گی کہ لغاری، مزاری، کھوسے، تمن دار اپنی ہیبت و جبروت کے بتوں کو اپنی پھٹی پھٹی آنکھوں سے پاش پاش ہوتے دیکھیں گے"۔(1)

راشدہ قاضی کے افسانوں میں "عورت" ہر طبقے سے تعلق رکھتی ہے امیر اور غریب گھرانے سے بھی لیکن زیادہ تر عورتیں استحصال کا شکار نظر آتی ہیں۔ ان کے ہاں عورت ظلم و زیادتی کا شکار رہتی ہیں۔ ان کے افسانوں کی اکثر کہانیوں میں جاگیردارانہ نظام کے خلاف مزاحمت اجاگر ہوتی ہے۔ دولت مند اور عیاش لوگوں کے راز عیاں ہوتے ہیں اور یہ بھی کہ یہ دولت مند عیاش لوگ اپنے بے پناہ دولت کا بے دریغ اور منفی استعمال کیسے کرتے ہیں۔ ان کا پہلا افسانوی مجموعہ "مجھے کیا برا تھا مرنا" میں گھر کی ملازماؤں کے ساتھ ہونے والی زیادتی، ظلم کی داستانیں نظر آتیں ہیں اور معاشرتی خرابیاں، منافقت کا موضوع نمایاں ہے۔ اس مجموعے کا سب سے پہلا افسانہ "نامرد" ہے۔ اس افسانے میں جنسیت کو دکھایا گیا ہے اس کا مرکزی کردار نومی ایک نوجوان لڑکا ہوتا ہے اس کے گھر میں ایک ملازمہ شمو کام کرتی ہے وہ اسی کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔ جب وہ فرش دھو رہی ہوتی ہے تو وہ اس کو دیکھتا ہے لیکن وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا۔ نومی کو لگتا ہے کہ کوئی گناہ کر رہا ہے، ایسی عمر میں لڑکے جنسی آسودگی چاہتے ہیں لیکن وہ رو رہا ہوتا ہے۔ سارا غصہ خود پہ نکالتا ہے۔ وہ شمو کو اپنے گھر سے نکالنے کا کہتا ہے۔ حالانکہ شمو کو اس بات کی خبر نہیں ہوتی۔ نومی کی ماں نومی سے شمو کو ملازمت سے فارغ کرنے کی وجہ سے پوچھتی ہے تو نومی کہتا ہے جہاں جوان بیٹا ہو وہاں نوجوان ملازمہ نہیں ہونی چاہیے۔

> "شمو جھک کر بالٹی اٹھا رہی تھی۔ اس کے کھلے گلے کے آرپار نومی کی نظریں طواف کرنے لگیں اور اس کا دل قلابازیاں کھانے لگا۔ نظروں کی تپش نے شمو کو ایک بار پھر وارننگ دی۔ اس نے گھبرا کر دروازے میں کھڑے نومی کو دیکھا تو توازن برقرار نہ رکھ سکا اور بالٹی سمیت گر گئی۔ اس کے سارے کپڑے بھیگ گئے، نومی نے بڑھ کر اسے سہارا دے کر اس انداز میں اٹھانا چاہا کہ شمو کا گیلا بدن نومی کے وجود سے مس ہوا۔ سوندھی سوندھی مہک اس کے حواس پر چھا گئی"۔(2)

"نامرد" افسانے میں نومی جنسی آسودگی اور مختلف پیچیدگیوں کا شکار ہے۔ اس افسانے سے مصنفہ نے یہ باور کروایا ہے کہ گھروں میں کام کرنے والی ملازمائیں بلخصوص کم عمر نوکرانیاں ہوس کا نشانہ بنتی ہیں، کچھ تو ان میں بچ جاتی ہیں لیکن زیادہ تر ہوس پرستی کا نشانہ بن جاتی ہیں۔ ڈیرہ غازی خان کے اکثر علاقوں کے گھروں میں ایسا ہوتا ہے۔ اس مجموعے کی دوسری کہانی "اپلائیڈ فار" ہے جہاں مرد جو چاہے کرے، کئی کئی لڑکیوں

کے ساتھ عشق فرمائے لیکن عوت کو یہ حق حاصل نہیں۔ عورت صرف وفادار رہے صرف اسی کی ہو کر رہے جس کے ساتھ اس کی شادی ہو۔ لیکن مرد مرکز سماج میں مرد مضبوط اور طاقتور ہے۔ راشدہ قاضی کے ہاں عورت کی محکومی کے مختلف پہلو نظر آتے ہیں، کہ عورت مرد کے مقابلے میں کبھی نہیں آسکتی۔ "اپلائیڈ فار" کا موضوع بھی یہی ہے۔

"مجھے تقادات سے ہمیشہ چڑ رہی حالانکہ یہی تقادات زندگی کو آگے بڑھاتے ہیں" اپلائیڈ فار" تقادات سے حسن کشید کرنے والی کہانی ہے"۔(3)

اس کہانی میں "ماہ رخ" جو پہلے کسی سے محبت کرتی تھی پھر اس کی موت ہو جاتی ہے، تو بہزاد احمد اس وجہ سے اپنی پسند کی شادی کرنے سے انکار کر دیتا ہے، کیونکہ ماہ رخ کے مرے ہوئے عاشق کے خط وہ پڑھ لیتا ہے۔ بہزاد احمد کا چھوٹا بھائی شہزاد احمد بھی اس سے شادی کرنے سے انکار کر دیتا ہے حالانکہ سات لڑکیوں سے عشق پہلے وہ کر چکا ہوتا ہے، وہ ایک مرد ہے اور اسے مردانگی کا سرٹیفکیٹ اسے اپنی مرضی کا اختیار دیتا ہے۔ جس وجہ سے مردوں پر کوئی پابندی عائد نہیں ہوتی پابندیاں صرف عورتوں کے نصیب میں ہوتی ہیں۔ اس کہانی کا مرد جب آئمہ احمد سے یہ کہتا ہے:

"مجھے پڑھی ہوئی کتاب برتی ہوئی عورت کی طرح لگتی ہے جس میں کنوارپنا باقی نہیں رہتا"۔(4)

مصنفہ نے یہاں عورت کی تذلیل کو واضح کیا ہے۔ ماہ رخ محبت کر کے سکینڈ ہینڈ ہو جاتی ہے، جبکہ شہزاد احمد سات عشق کرنے کے بعد بھی باوقار رہتا ہے۔

افسانہ "سوالیہ نشان" جاگیردارانہ نظام کی خرابیوں کی عکاسی کرتا ہے۔ مصنفہ نے اس نظام کی حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ جاگیردارانہ مظالم کا شکار نہ صرف غریب نچلے طبقے کی ملازمتیں بنتی ہیں بلکہ ان کے اپنے خاندان کی عورتیں بھی اس سے دوچار ہوتی ہیں، کیونکہ وہ اپنی گھر کی عورتوں پر بھی پابندیاں لگا دیتے ہیں۔ ان پر ظلم کرتے ہیں جس سے وہ نفسیاتی مسائل کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اپنی عورتوں کی موجودگی اور ملازماؤں کو جنسی استحصال کا نشانہ بناتے ہیں، ان کو استعمال کی "شے" سمجھتے ہیں۔ کہانی میں ایک یتیم لڑکی شمیم حویلی میں کام کرتی ہے، بوڑھی ماں بیمار رہتی ہے۔ چھوٹا مالک اس کو زیادتی کا نشانہ بناتا ہے اور اپنی محبت کا یقین دلاتا ہے، شادی سے پہلے ہی وہ اس کے بچے کی ماں بن جاتی ہے۔ لیکن ایک لونڈی کا بچہ جاگیردار کا نہیں ہو سکتا۔ مصنفہ نے یہاں ان لوگوں کی عیاشیوں کا پردہ چاک کیا ہے۔ وہ بچہ دنیا کے رحم و کرم پر پلتا ہے۔ شمو کو اس کا بھائی غیرت کی خاطر قتل کر دیتا ہے۔ یہ بچہ گالی کے طور پر پلتا ہے زندگی اس کے لئے اجیرن ہو جاتی ہے۔ وہ بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو نامور تخلیق کار بنتا ہے۔ کہانیاں لکھتا ہے، اپنا قلمی نام نشاد گردیزی سے لکھتا ہے لیکن اسے معاشرے میں کوئی مقام نہیں ملتا۔

"رشید میرے بیٹے تمہاری زندگی میں بھی تمہاری ذات تضحیک کا نشانہ بنی رہی اور مر کر بھی تم نے اپنی ذات کا اعتراف نہیں کروایا۔ میرے کردار کا تعفن تو پھیلا لیکن تمہاری ذات بھی خوشبو نہ بن سکی"۔(5)

افسانہ "گرد میں لپٹی کہانی" ایک ایسا موضوع ہے جہاں سید گھرانے میں رہتے ہوئے لڑکی پُر بے جا پابندیاں عائد ہیں اسے شرعی حق سے بھی محروم رکھا جاتا ہے اور آخر میں اسے زہر پلا کر موت دے دی جاتی ہے۔ راشدہ قاضی کے ہاں عورت مظلوم و بے بس نظر آتی ہے۔ اس کہانی میں بھی اس کا مرکزی کردار بی بی کا ہے۔ بابا حضرت گدی نشینوں میں سے تھے ان کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کی نسل میں

سے کسی کو ولایت کا درجہ مل جائے۔ لیکن ولایت کا درجہ پانے کے لئے محنت اور کوششوں کا نتیجہ نہیں ہوتی۔ اس کہانی میں موجود بچی کو چھوٹی ہی عمر میں سفید چادر سے ڈھانپ دیا جاتا ہے اس کا ایک بال تک کوئی نہ دیکھے تا کہ اس کی تربیت عام بچوں کی طرح نہ ہو۔ باپ اپنی بیٹی سے یہ کہتا ہے:

"بی بی آپ پیر گھرانے میں سے ہیں آپ اور بچیوں سے ممتاز ہیں۔ آپ کا ایک الگ مقام ہے۔ آپ کو زیب نہیں دیتا کہ عام بچوں کی طرح کھیل کود میں وقت ضائع کریں۔ آپ سجادہ نشین کی صاحب زادی ہیں آپ کی صورت تو چاند سے بھی پوشیدہ رہنی چاہیے آپ گدی نشین کا ناموس ہیں"۔(6)

چھ سال کی معصوم سی بچی سے کھلونے چھین کر ایک ایسے ماحول میں ڈال دیا جاتا ہے جو غیر فطری ہے۔ آج بھی ایسے خاندان موجود ہیں جو لڑکیوں کی شادی قرآن سے کروا دیتے ہیں۔ ان سب کی بڑی وجہ ان کی دولت ہوتی ہے لیکن یہاں پر ولایت کا درجہ حاصل کرنا تھا۔ آپا حضرت کی توسط سے ایک رشتہ آتا ہے لیکن انکار اس وجہ سے کیا جاتا ہے وہ گدی نشینوں میں سے ہم پلہ نہ تھے۔ "شہباز" سے ٹکرانے کے بعد وہ کسی اور دنیا میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اس کے دل میں آس تھی کہ شہباز اس کا بن جائے۔ راتوں کا قیام کرنا، قرآن پاک پڑھنا، رو رو کر اپنا برا حال کرنا حضرت کو لگتا کہ اس کو ولایت کا درجہ حاصل ہونے والا ہے۔ لیکن اُس کا دل کہیں نہ لگتا۔ اس ماحول میں کسی مرد ذات کو شکل دکھانا بھی کسی گناہ سے کم نہ سمجھا جاتا تھا۔ راشدہ قاضی نے معصوم لڑکی کے جذبات دکھائے ہیں جس پر ظلم ہوتا ہے۔ انہوں نے اس افسانے میں خوبصورت زبان استعمال کی ہے۔

"حریری گلابی غلاف میں جب کلام پاک اندر لایا گیا آپ حضرت طویل سجدے میں چلی گئیں جب بی بی سے بخشوانے کا مرحلہ آیا تو وہ اتنی دہشت زدہ ہوئی کہ بے ہوش ہو گئی"۔(7)

افسانہ "فرشتہ" تانیثیتی شعور کا حامل افسانہ ہے اس میں ایسی شوخ مزاج لڑکی کے بارے میں بتایا گیا ہے جو بظاہر تیز، لڑکوں سے بات کرنے والی، زیادہ بولنے والی لیکن دل کی سیدھی اور معصوم ہے۔ دو دوستیں یونیورسٹی کے ہاسٹل میں رہتی ہیں جو آپس میں بہترین دوست اور روم میٹس ہیں۔ مونا اور معصومہ، مونا سنجیدہ سی لڑکی ہے معاشرتی پابندیوں کے مطابق زندگی گزارتی ہے۔ جبکہ معصومہ معاشرے کی رفتار کے ساتھ چلتی ہے۔ اس افسانہ میں مرد مرکز معاشرے کی اجارہ داری دکھائی گئی ہے عورت اور مرد کے فرق کو دکھایا گیا ہے۔ یہ معاشرہ مردوں کا ہے مردوں کو اختیار حاصل ہے وہ جب چاہیں عورت کو ذلیل و رسوا کر دیں۔

"معصومہ بی بی! یہ معاشرہ اپنے مروجہ اصولوں پر جی رہا ہے۔ ہمارے یہاں مردوں اور عورتوں کے لئے مخصوص مقام اور الگ الگ معیار ہیں مقام اور معیار پر کوئی فرق نہیں پڑتا آپ اس سے ہٹ کر کس قدر پاکیزہ زندگی گزار رہی ہو"۔(8)

اس کہانی سے صاف ظاہر ہوتا ہے مرد عورت کو اپنے مقابلے پر برداشت نہیں کر سکتا اس کے نازک آبگینے پر کیچڑ اُچھال دیتا ہے۔ حالانکہ معصومہ کا کردار نیک دکھایا گیا ہے لیکن پھر بھی اس کو برا کہا جاتا ہے۔ تذلیل کی جاتی ہے۔

"رونق ہستی ہے عشق خانہ ویراں ساز سے" ایک طویل افسانہ لیکن دلچسپی سے بھرپور ہے۔ ایک ہندو خاندان اس افسانے کا موضوع ہے۔ صدیوں سے ہندو اور مسلمان اکٹھے رہتے آئے ہیں انکے عقیدے الگ ہیں لیکن ایک دوسرے سے انسیت رکھتے ہیں۔ ان کے دلوں میں نفرت

پیدا ہو گئی۔ مسلمان حکومت کمزور پڑ گئی تو انگریز حکومت کرنے لگے سلطنت پر قابض ہو گئے۔ مسلمانوں کی پوری زندگی ہی بدل جاتی ہے۔ اس میں موجود ایک ہندو خاندان ہجرت کر کے پاکستان آجاتا ہے اسے یہ فیصلہ کرنے میں بڑی مشکل پیش آرہی ہوتی ہے۔

یہ افسانہ عورتوں کے حقوق کے حوالے سے ہے۔ "سونالی" اس افسانے کا مرکزی کردار ہے۔ جہاں مشرق اور مغرب کی عورت میں فرق کو دکھایا گیا ہے۔ مشرقی عورت باحیا دکھائی جبکہ مغربی عورت کو مصنفہ نے عیاش دکھانے کی کوشش کی ہے۔ جب سونالی کا بھائی مغربی عورت سے شادی کرتا ہے تو ملک سے باہر گھومنے چلے جاتے ہیں۔ آکاش میر اپنی اکلوتی بہن کو بھول جاتا ہے جب وہ واپس آتا ہے تو اسے مغربی اور مشرقی عورت میں فرق نظر آتا ہے۔ اس افسانے میں انگریزی الفاظ کی بھرمار نظر آتی ہے۔ مصنفہ خود انگریزی زبان کی شیدائی نظر آتی ہے۔

"یوں بھی آکاش کے جانے کے بعد نرمل کو یوں لگتا ہے جیسے Begging Bowl اس کے ہاتھ سے
چھوٹ گیا ہو سونالی کے ساتھ For Taken Granted والا مسئلہ تھا"۔(9)

سونالی کا اسلامی نام سعدیہ ہوتا ہے۔ نوید نقوی اس کا شیدائی ہوتا ہے وہ سونالی کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن مخلص کردار ہے۔ دوسرا کردار غزالہ کا ہے جس میں مذہبی بغاوت کا عنصر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ افسانہ طویل اور کرداروں سے بھرپور ہے۔ اس کا موضوع بھی استحصال اک شکار ہونے والی بے بس عورتیں ہیں۔ مصنفہ جائز حقوق کی خاطر لڑنے والوں کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں۔

"پہلی سی محبت" ایک ایسا افسانہ ہے جس کا موضوع عورت کی مظلومت اور نفسیاتی مسائل ہے۔ یہ کہانی جنوبی پنجاب کے چھوٹے شہروں سے تعلق رکھتی ہے، اچھے رشتے ہونے کے باوجود اپنی نفرتوں کی وجہ سے رشتہ نہیں کرتے۔ بچے نفسیاتی مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ پڑھے لکھے لوگ اپنی ناراضگیوں میں بچوں کی پسند و ناپسند کو نہیں دیکھتے جس کی وجہ سے وہ اکیلے رہ جاتے ہیں اور بچوں کا مستقبل خراب کر دیتے ہیں۔ شہریار اس کہانی کا مرکزی کردار ہے جس کے ارد گرد لڑکیوں کا حصار ہوتا ہے۔ لیکن وہ کسی کو گھاس نہیں ڈالتا۔ عدیلہ جو اس سے بے پناہ محبت کرتی ہے بہانے بہانے سے اس کے گھر آتی تھی لیکن شہریار اس پر توجہ نہ کرتا۔ شہریار کی بہنیں اس کو بھابھی بنانا چاہتی تھی لیکن شہریار کی والدہ عدیلہ کو پسند نہ کرتیں۔

اس افسانے کے شروع میں شہریار کا دوست خالد اس کی سائیکی کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اس کا کتھارسس کرتا ہے۔ نہ اسے منزہ ملی نہ صائمہ اور نہ عدیلہ کی 16 سالہ محبت اسے اپنا کر سکی۔ اس لئے شہریار نفسیاتی مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔ خالد شہریار سے جب پوچھتا ہے کہ تمہارا کوئی جنسی تجربہ ہے تو شہریار حیران ہو جاتا ہے۔ خالد اس کا علاج بتاتا ہے:

"تمہارا کوئی جنسی تجربہ ہے؟ بالکل نہیں کیا تمہیں یقین ہے؟ خدا کی برحق ذات کی طرح تم کبھی
عورت کو چھو کر دیکھو کیوں؟ تمہاری آدھی ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ چھوڑو یار میں کوفت میں مبتلا
ہو جاؤں گا"۔(10)

راشدہ قاضی کی بہترین لکھی ہوئی کہانی "امان" ہے جس کا موضوع جاگیر درانہ نظام ہے۔ "امان" ہمارے معاشرے کی ایسی کہانی ہے جس میں کئی زمین زادوں کے راز کھلتے ہیں۔ یہ کہانی ملکوں کی ہوس کا نشانہ بننے والی خواتین کی کہانی ہے۔ اس افسانے میں "نوشین" کا کردار نمایاں اور مضبوط ہے۔ جب وہ حویلی میں ایسے گھناؤنے دھندے دیکھتی ہے تو حیران ہو جاتی ہے اور اس کی ویڈیو بنا لیتی ہے۔ اس کی ملاقات جرنلسٹ سہیلی سے ہوتی ہے تو وہ اسے سب بتاتی ہے تاکہ ملکوں کے خلاف کاروائی کی جاسکے۔ کاروائی میں چھاپے مارے جاتے ہیں صرف عورتوں کو چھڑوا کر انہیں

دارالامان بھیج دیتے ہیں۔یعنی طاقت کے آگے کسی کا بس نہیں چلتا۔ جرم وار کو سزا نہیں ملتی جو طاقت کے نشے میں عورت کے استحصال میں کسر نہیں چھوڑتے۔

جاگیر دارانہ نظام سے تعلق رکھنے والے ایسی مرد اپنی عیاشی میں ڈوبے رہتے ہیں استحصال کا نشانہ بننے والی عورتیں ان کے ناجائز بچوں کو مائیں بن جاتی ہیں لیکن ان کو اپنا نام نہیں دیتے اور عورتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ آئلہ کو جب اپنی دوست کی جان خطرے میں محسوس ہوتی ہے تو وہ پریشان ہو جاتی ہے:

> "ملک اللہ یار کی حویلی پہ چھاپہ "تفصیلات کے مطابق ملک اللہ یار کی حویلی پر چھاپہ ملک علی اکبر کی تیری بیگم نوشین علی کی شکایات پر لگایا گیا۔ جہاں درجنوں بے بس عورتیں بازیاب کی گئیں۔ یہ عورتیں ملک اللہ یار اور ان کے گھر کے مردوں اور لڑکوں کے استعمال میں رہیں تمام عورتوں کو ان کے بچوں باپ کا نام نہیں پتہ۔ ایک لڑکی "مومل "نے یہ بتایا کہ اسے ملک اللہ یار سے لے کر ملک شرجیل تک نے لوٹا ہے"۔(11)

چھاپے کے بعد معلوم ہوتا ہے نوشین کا قتل ہو گیا ہے نوشین نے ملکوں کے خلاف آواز اٹھائی جس کی پاداش میں وہ ماری گئی۔ مومل جب خودکشی کرنے لگتی ہے تو اس وقت مجھیرا اسے بچانا چاہتا ہے لیکن مومل کے الفاظ یہ ہوتے ہیں:

> "چاچا! مجھے مرنے دو۔ ہم جیسوں کے لئے اس دنیا میں کوئی جگہ بھی "امان" کی نہیں ہے"۔(12)

افسانہ "مرد" میں مصنفہ طنزیہ لہجہ اختیار کرتی ہے اس افسانے کا موضوع مردوں کی حاکمیت ہے جہاں مردوں کے بنائے ہوئے قوانین ہیں وہاں عورت کی کوئی پہچان نہیں۔ مرد جب چاہیں انہیں دھتکار دیں اور جب چاہیں اپنالیں۔

کہانی میں نازو ہیروئن کا کردار ادا کرتی ہے، بے بس سی نازو کسی سے محبت کر بیٹھتی ہے لیکن سماج کے یہ بندھن اسے اپنے محبوب سے نہیں ملاتے۔ دانش بھی نازو سے محبت کرتا ہے، لیکن دونوں میں سماجی تفاوت ہے اور نازو تحسین کے ساتھ بیاہ کر بڑے سے گھر میں چلی جاتی ہے۔ تحسین شاہ نازو کو اپنی اصلیت بتاتا ہے کہ وہ "نامرد" ہے اسے چھو نہیں سکتا۔ وہ کسی بیماری کی وجہ سے "نامرد" ہو جاتا ہے لیکن تحسین شاہ کا باپ وارث کی خاطر اس کی شادی کروا دیتا ہے۔ جب نازو پر یہ راز آشکار ہوتا ہے تو اس پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ شادی کے رنگ اس پر کوئی اثر نہیں کرتے۔ تحسین شاہ فوج میں میجر ہوتا ہے وہ اپنی بیوی کو چھوڑ کر ڈیوٹی پر چلا جاتا ہے۔ تو رات کے پہر اس کا والد نازو کے کمرے میں آجاتا ہے وہ اپنے ناپاک عزائم کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے:

> "مجھے اپنے خاندان کے لئے وارث چاہیے میں اگر خود شادی کر لیتا تو لوگ میرا تماشا بنا دیتے۔ اگر بیٹے کا بتاتا تو وہ تماشا بن جاتا۔ ہم نے سوچا کہ بیٹے کی شادی کر دیتے ہیں تاکہ اس کا بھرم رہ جائے اور خاندان کو وراث میں خود دونگا۔ آپ کیسے دیں گے؟ وہ سن ہونے لگی دنیا کی نظر میں تمہارا شوہر تحسین ہوں گا دراصل ازدواجی زندگی تمہیں میں دوں گا"۔(13)

دوسری طرف دانش کا کردار بھی ایسا ہوتا ہے جب نازو اپنی ماں کے گھر جاتی ہے چھت پر اس کی ملاقات دانش سے ہوتی ہے تو وہ اپنے میاں کے بارے میں سب بتا دیتی ہے۔ امانت کو راز نہیں رکھتی۔ تو وہ بے بی ٹیسٹ ٹیوب کے بارے میں کہتا ہے۔ تحسین ہی شوہر ہو گا لیکن بچہ

اس کا ہو گا۔ نازو اس پر تھوک کر چلی جاتی ہے۔ مصنفہ نے یہاں مرد ذات کی کمینگی کو دکھایا ہے کہ مرد اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر اس حد تک جاتے ہیں۔

نازو جب تحسین کے والد کی بات نہیں مانتی تو تحسین اسے طلاق کی دھمکی دیتا ہے، کچھ دن بعد طلاق کا دھبہ لیے وہ گھر آجاتی ہے پھر وہ دانش کی طرف رجوع کرنے لگتی ہے لیکن وہ بھی اسے دھتکار دیتا ہے یہ کہہ کر کہ اس کا اسٹیٹس اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ برتی ہوئی عورت کو اپنائے۔ اچھے خاندان کی لڑکیاں اس کے ساتھ شادی کی خواہشمند ہیں۔ دانش کو اس کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد بھی اسے نہیں اپناتا ایک طلاق یافتہ عورت کو کبھی نہیں اپنا سکتا کیونکہ اب اس کی حیثیت بڑھ چکی تھی۔

"میں برتی ہوئی عورت کیوں اپناؤں؟ اور اگر اپناؤں بھی تو مطلقہ تو ہو ورنہ میں جس سٹیٹس پر پہنچ چکا ہوں وہاں ایک سے بڑھ کر ایک لڑکی میرا ہاتھ تھامنے کے لیے تیاری ہے"۔(14)

مصنفہ نے اس کہانی میں تلخ حقیقت نگاری دکھائی ہے، منٹو کی طرح بے باکی پر اتر آئی ہے۔ منٹو بھی بے رحم حقیقت نگار ہے جو معاشرے کی تلخیوں کو من و عن بیان کر دیتا ہے۔ راشدہ قاضی کی کہانیاں میں حقیقت کا گہرا عمل دخل ہے وہ سچائی بیان کرنے میں گریز نہیں کرتیں معاشرے اک چہرہ واضح بیان کرتی ہیں۔

"اس نے گلے میں پھندا ڈال کر وہ جگہ چھوڑ دی جہاں مردوں کے بنائے ہوئے قانون ہیں ان کا راج چلتا ہے۔ وہ جب چاہیں عورت کو اپنائیں اور جب چاہیں دھتکار دیں۔ جہاں عورت کی گواہی، آدھی، جہاں عورت کی عزت مرد کی کسوٹی پر، جہاں اس کا وقار مرد کی مرضی کے عین مطابق"۔(15)

"جگنو اور ستارہ" ان کے بہترین افسانوں میں سے ایک ہے جو جاگیر دارانہ نظام کو پیش کرتا ہے۔ "لیلیٰ قریشی" ایک مضبوط کردار ہے جو اپنے باپ کے رویے پر کڑھتی ہے اس کے باپ نے کئی شادیاں کی ہوئی ہوتیں ہیں لیکن وہ کسی کو وقت نہ دیتے بلکہ بیرونی سفر پر جاتے رہتے ہیں۔ اس افسانے میں یونیورسٹی میں سیاسی حالت کو بھی دکھایا گیا ہے۔ لیلیٰ کا باپ جب اپنی ایک بیوی کو طلاق دے دیتا ہے تو لیلیٰ اپنے سوتیلی ماں کو کافی مدد کرتی ہے اس کو زمین کے کاغذات جا کر دیتی ہے وہ اپنے والد کے بارے میں کہتی ہے:

"خواب دکھا کر تعبیریں چھیننے والا قزاق۔۔۔ کب تک اپنے بڑھاپے کو سینچتا رہے گا"۔(16)

لیلیٰ قریشی کو چاہتی ہے وہ اسے نہیں مل سکتا اس کی شادی کسی اور سے ہو جاتی ہے جو لیلیٰ سے بے حد محبت کرتا ہے لیکن لیلیٰ دل سے اسے قبول نہیں کرتی تو وہ اسے طلاق دے دیتا ہے۔ کہانی کے انجام میں لیلیٰ کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے، تو وہ مر جاتی ہے۔

"آج لیلیٰ کو گئے ہوئے چاولیسواں دن ہے اور مجھے یاد آیا کہ وہ واقعی ہی ستارہ تھی جو ٹوٹ گرا۔ میرے باپ نے جگنو بن کر زندگی خود پر حرام کر لی اور ہمارا روشن ستارہ بجھ گیا اور فائدے میں تو میں ہی رہی یعنی۔۔۔ زندگی"۔(17)

راشدہ قاضی نے اپنے افسانوں میں سرمایہ دارانہ نظام کے استحصال کو بھی موضوع بنایا ہے اس نظام کی چکی میں پستی عورت کی محرومیوں اور مجبوریوں کو بطور خاص موضوع بنایا ہے۔ اس نظام کا حصہ ہونے کے باوجود اس نظام کی برائیوں کو بہت جرات مندی سے بیان کرتی ہیں جیسے راشدہ قاضی کے ہاں ایسی جرات ملتی ہے۔ مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں:

"راشدہ قاضی ایک ایسی جری اور جرات مند کہانی کار ہیں جس نے جاگیر داری نظام کے جبر اور
جہالت پر مبنی روایتوں کے حصار میں دراڑپیدا کر کے پیچھے کے مناظر فوکس کئے ہیں، فوکس ہی نہیں
جزئیات کے ساتھ ان مناظر کو اجاگر کیا ہے"۔(18)

راشدہ قاضی بھی اس نظام سے انحراف کرتی نظر آتی ہیں ان کے اکثر افسانوں میں عورت جاگیر داروں اور سرمایہ داروں کے ہاتھوں استحصال کانشانہ بنتی ہیں۔

افسانہ "چھوٹی سی غلط فہمی" میں ایک عورت کے کردار کو پیش کیا گیا جو بینک میں کام کرتی ہے۔اس افسانے کا موضوع بھی عورت پر ظلم اور ناقدری ہے۔مرد اپنے دور کا حاکم نظر آتا ہے۔یہ افسانہ "36 گھنٹوں سے میں 15 منٹ" میں شامل ہے۔اس افسانے کا مرکزی موضوع عورت ہے جو دن بھر کام کرتی ہے لیکن اولاد کی دولت سے محروم ہے۔اپنے کئی ٹیسٹ کروانے کے بعد بھی رپورٹس مثبت آتی ہیں۔میاں بیوی کا رشتہ اعتبار پر مبنی ہوتا ہے اگر اس میں دراڑ پڑ جائے تو عذاب بن جاتا ہے۔رخشندہ کا شوہر علاج نہیں کرواتا اگر کروالیتا تو اسے نامردی کے طعنے دیے جاتے۔جبکہ عورت ہونے کے ناطے وہ اپنا علاج کرواتی ہے۔

یہ کہانی ہمارے معاشرے کی حقیقت پر مبنی ہے، ساجد اپنی بیوی کو بانجھ پن کے طعنے دیتا ہے اور اس پر شک کرتا ہے کہ وہ تیار ہو کر کیوں جاتی ہے۔لیکن عورت کی کمائی پر وہ اپنا حق سمجھتا ہے اگر وہ کوئی بات کرے تو اسے بد چلن کے طعنے دیے جاتے ہیں۔ساجد ایک طوائف سے اپنے تعلق بڑھالیتا ہے اس بات کو وہ عیب نہیں سمجھتا لیکن رخشندہ پر الزام لگادیتا ہے۔رخشندہ کی دوست غزالہ ساجد کو فون کر کے سمجھاتی ہے لیکن وہ رخشی پر آکے چیختا چلاتا ہے۔کہانی کے آخر میں وہ ہسپتال کے بسر پر لاچار پڑی ہوتی ہے۔ساجد اسے یاروں کے طعنے دیتا ہے وہ اسی وقت دم توڑ جاتی ہے۔جب ساجد پر حقیقت آشکار ہوتی ہے تو وہ یہ کہتا ہے:

"اوہ میرے خدا۔۔۔۔میں نے کیا کر دیا۔میں نے گنوادیا اپنی رخشی کو۔۔میرے رب! غلط فہمی نے
مجھے اندھا کر دیا تھا۔چھوٹی سی غلط فہمی پوری زندگی کو لے ڈوبی"۔(19)

"فارمی چوزے" ایک ایسا افسانہ ہے جس میں کھوکھلے معاشرے پر طنز ملتا ہے۔بڑے شہروں میں بسنے والے لوگ چھوٹے شہر کے لوگوں کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔افسانہ مختصر سہی لیکن اسی موضوع کے گرد گھومتا ہے۔بڑی طاقتیں چھوٹی طاقتوں پر غاصب ہو جاتی ہیں۔انہیں ترقی کی منزلیں طے نہیں کرنے دیتے۔اٹلی میں جب وہ اپنے کالے دوست کے ساتھ چائے پینے ایک ہوٹل جاتا ہے تو وہاں کا ویٹر اس کو اشارے سے ٹی بیگز نکالنے کا کہتا ہے۔اسے وہ جاہل، گنوار لگے کہ شادی وہ اسے چبانہ جائیں۔کہانی کے شروع میں جب پسماندہ علاقے کا ادیب اپنے لئے پسماندہ کالفظ سنتا ہے تو بھڑک اٹھتا ہے۔یہ لوگ چھوٹے شہروں کے لوگوں کو ایسے پکارتے ہیں تو ان کے فن کی کیا قدر کریں گے۔

"میں مانتا ہوں کہ جنوب کہیں کا بھی ہو پسماندہ ہوتا ہے اور ہم جنوبی پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں مگر
ہماری سوچ ہمارا فن اور ہماری پختگی پسماندہ نہیں"۔

"آج اس اسلام آباد والے نے مجھے پھر پریشان کر دیا۔
ان کا قصور نہیں ہے سر!
ان کی تربیت ایسی ہے

میڈم! انکی جو بھی تربیت ہے ہمیں تو حقیر نہ سمجھیں

یہ فارمی چوزے ہیں انہیں کیا پتہ کہ کس سے کس طرح بات کرنی ہے"۔(20)

راشدہ قاضی نے اپنے افسانوں میں عورت کی مظلومیت اور محرومیوں کو پیش کیا ہے ان میں ایک افسانہ "گھر" ہے جس میں عورت کے کرب کو دکھایا گیا ہے۔اس دنیا میں عورت کا اپنا کوئی گھر نہیں صرف مرتے وقت اسے دو گز زمین کا ٹکڑا ملتا ہے جس میں اس کا مردہ بدن دفن کیا جاتا ہے۔ تمثیلی انداز میں یہ لکھا گیا افسانہ خوبصورت شاعرانہ اسلوب کو بیان کرتا ہے۔

"آج جانے کیوں سارے پھول فلاسفر لگ رہے تھے اور سارے درخت فن کار، اوپر سے ٹھنڈی

اندر سے گرم زمین مہک رہی تھی پر سکون بھیگی ہوا سکتے کے عالم میں ٹھہر سی گئی تھی۔نشے میں چور

سورج لڑکھڑاتا ہوا دامن کوہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔شاہ خورشید کی سرخی چشم سے آسمان لہو رو رہا تھا۔

زندگی ٹھہر سی گئی رگوں میں لہو منجمد ہو گیا۔یوں لگتا تھا جیسے کونپلیں کھلنے سے پہلے نوچ لی گئی ہوں۔

ٹوٹی ہوئی بینا کا آخری نغمہ دم توڑ گیا ہو گلرنگ مینا کی نازک گردن پہ ایک سرخی سی لکیر پڑ گئی"۔

(21)

مجموعہ "36 گھنٹوں میں سے 15 منٹ" میں ایک افسانہ "دھت تیرے کی" ہے جو خوبصورت افسانہ ہے۔اس میں لڑکی کے کردار کو مضبوط دکھایا گیا ہے۔اس میں موجود لڑکی سرپھری سی ہے اپنی من مانی کرتی ہے لیکن ہمدردی کا جذبہ اس کے دل میں موجود ہے وہ دوسروں کی مدد بھی کرتی ہے۔یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جھگڑا مول لیتی ہے۔یعنی کوئی بات اسے تنگ نہیں کرتی وہ صرف جینا چاہتی ہے، اس لڑکی کی ہمدردی اس اقتباس سے ظاہر ہوتی ہے:

"اسے کوئی خواہش پریشان نہیں کرتی، موسم، منظر، لوگ، مزاج، حالات، ضروریات، بھوک

پیاس کچھ بھی تو نہیں۔ارے وہ۔۔۔یعنی کہ وہ۔۔۔رو رہی ہے۔دھاڑ دھاڑ اور زار زار مگر کیوں؟

محض اس لیے کہ اس کی بکری کا بچہ بیمار ہے اور وہ اس کی تکلیف نہیں دیکھ سکتی"۔(22)

راشدہ قاضی کے افسانوں میں لڑکیوں کے الھڑپن کو واضح کیا ہے۔ان کی معصوم خواہش، دلی کیفیت، ہمدردی کو بیان کیا ہے، ان کے افسانوں میں عورت کے دکھ، درد کے احساسات ملتے ہیں۔"گو ذرا سی بات تھی" ایک ایسا افسانہ جو تمثیلی انداز رکھتا ہے۔اس میں یہ موضوع بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ حسد کا شکار رہتے ہیں اسی حسد اور رقابت میں اپنی بربادی کر بیٹھتے ہیں۔اس افسانے میں چمن کو بطور استعارہ دکھایا گیا ہے اس میں سرنام کا درخت ہوتا ہے۔دو شوخ و چنچل تتلیاں اس کے ساتھ گفتگو کرتی ہیں۔اسے مایوسی سے باہر نکالتی ہیں اور حقیقت بتاتی ہیں، پیار و محبت کی باتیں کرتی ہیں، مصنفہ نے یہاں خوبصورت انداز اپنایا ہے۔

راشدہ قاضی کا ایک بہترین افسانہ "گھونسلہ" ہے جس میں رشوت، دھوکہ، دو نمبری اس افسانے کا موضوع ہے، طاقتور لوگ یا ادارے ان برائیوں سے بچ نہیں سکے۔جو اپنے فائدے کے لئے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔مصنفہ نے یہاں حقیقت کی تصویر کشی کی ہے ان افسران کو نشانہ بنایا ہے جو فنڈ کو کھا جاتے ہیں غیر معیاری کام کر کے جان چھڑواتے ہیں۔جب چیکنگ کا مرحلہ آتا ہے تو رشوت دے کر معاملہ حل کیا جاتا ہے۔اپنے

ریکارڈ کو ضائع کروانے کے لئے لوگوں کی زندگیاں داؤ پر لگا دیتے ہیں، آگ لگوا دیتے ہیں، سیلاب کا بہاؤ کر دیتے ہیں۔ اس اقتباس سے ان لوگوں کا اصلی روپ ظاہر ہوتا ہے۔

"سر! آڈٹ سر پر ہے۔ کوئی مشورہ۔۔! پیسہ بہاؤ۔۔ آڈٹ ہو جائے گا۔
سر! آڈیٹر بہت ایماندار ہیں۔ ہم تو اندر ہو جائیں گے۔ تو دفتر کو آگ لگا دو یا ریکارڈ کو پانی میں بہادو۔
سر! آئیڈیا۔۔۔! کیا۔۔۔؟ سر محکمہ انہار والے ہیں ہم لوگ۔
تو پھر۔۔؟ اب یہ مجھ پر چھوڑ دیں سر! ایک کٹ ہی لگانا ہے۔
او۔۔۔۔ خیال کرنا"۔(23)

"لاڈو" افسانے میں بے رحم لوگوں کی حقیقتوں کو دکھایا گیا ہے جو غریب عوام ظلم و ستم کا نشانہ بنتی ہے۔ لاڈو اپنی گڑیا جلاتی ہے تو بارش آجاتی ہے جس کی وجہ سے سیلاب آجاتا ہے۔ اس میں غریب لوگوں کا نقصان ہو جاتا ہے۔ سب کا ماننا تھا کہ یہ آفت لاڈو کی گڑیا جلانے کی وجہ سے ہوا ہے اس ترقی کے دور میں لوگ ایسے سوچتے ہیں۔ حالانکہ ایسے مکار لوگ بھی موجود ہیں جو نہر کا بند توڑ کر ان غریبوں کا نقصان کر دیتے ہیں۔ اس افسانے میں ان لوگوں کی بے حسی دکھائی گئی ہے۔

"دیکھ صاحب خود آئے ہیں لاڈو۔ صاحب! بیٹی نے بارش کے لئے گڑیا جلائی تھی۔
بارش آگئی مگر سب بہہ گیا۔ کچھ بھی نہ بچا۔ لاڈو سمجھتی ہے اس کی وجہ سے یہ سب ہوا"۔(24)

"کنارے" ایک ایسا خوبصورت افسانہ ہے جس میں لفظوں کی ترتیب میں دلکشی پائی جاتی ہے۔ اس افسانے میں ایسے دو لوگ دکھائے گئے ہیں جو ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں یعنی دماغ کی Frequencey نہیں ملتی۔ ان کے خیالات آپس میں نہیں ملتے۔ اس افسانے کا موضوع "ازدواجی رشتہ" ہے۔ میاں بیوی کا رشتہ نازک رشتہ ہوتا ہے، اگر ایک زبر ہے تو دوسرے کو زیر ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح زندگی چل سکتی ہے۔ اگر دماغ نہ ملیں تو طلاق کی نوبت آجاتی ہے۔

"وہ خوش لباس تھی، وہ بچت کرو کا قائل، اس کی آنکھوں میں جستجو تھی۔ وہ حبس زدہ موسموں کا شیدائی۔ وہ گنگناتے موسموں کی متلاشی، اسے قید کر دینے کی خواہش وہ ترتیب و توازن کی آرزومند، وہ غیر مرتب۔۔ وہ جان محفل۔۔ وہ چھن جانے کے خوف میں مبتلا"۔(25)

"36 گھنٹوں میں سے 15 منٹ" راشدہ قاضی کا بہترین افسانہ ہے جو ان کے مجموعے کے نام پر ہے۔ یہ افسانہ جاگیردارانہ نظام کے استحصال کو اجاگر کرتا ہے۔ جس میں وہ عورت کو کچھ نہیں سمجھتے۔ اس کہانی کا مرکزی کردار ثناء جو شوخ و چنچل ہے۔ نوفل جاگیر دار کا بیٹا ہوتا ہے ثناء اسے ایسے ٹریٹ کرتی ہے کہ وہ چھوٹا بچہ ہو۔ شاہدہ جب ثناء کو جاگیر داروں کے بارے میں سمجھاتی ہے تو ثناء بول پڑتی ہے۔

"ایسے بچے پیدائشی مرد ہوتے ہیں اپنے بڑوں کے کارنامے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی ان کی نظروں میں آجاتے ہیں اور پھر وہ اپنی نجی زندگی بھی ہر اس شخص کے ساتھ شیئر کر لیتے ہیں جو ان کی دسترس میں ہو"۔(26)

اس افسانے میں یونیورسٹی میں موجود طالب علموں کا ماحول دکھایا گیا ہے۔ نوفل حسن لڑکیوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا ہنر رکھتا ہے۔ آسیہ وہاب کے ساتھ چکر چلاتا ہے لیکن اس کے ساتھ شادی نہیں کرپاتا بلکہ آسیہ اسے چھوڑ دیتی ہے۔ ثناء کا رویہ نوفل کے ساتھ بچوں والا ہوتا ہے۔ یونیورسٹی کے بعد شاہدہ اور ثناء ایک دوسرے سے ملاقاتیں کرتی ہیں درمیان میں نوفل کا ذکر آجاتا ہے تو ثناء نوفل سے ملنے کی خواہشمند ہوتی ہے۔ نوفل سے ملاقات کے دوران اس کے جنسی تعلقات کے بارے میں سن کر حیران ہوجاتی ہے۔

"کتنے دوست ہیں تمہارے؟ صرف دو، کون ہیں وہ خوش نصیب؟ بھئی ایک تو شادی شدہ میڈم ہیں اور دوسری غیر شادی شدہ ٹیچر دونوں سے بہت زیادہ دوستی ہے۔ اچھا یہ بتاؤ دونوں میں سے زیادہ اچھی دوست کون ہے؟ بھئی میں شادی شدہ کو کہوں گا یہ اور بات ہے کہ غیر شادی شدہ کے تعلق میں زیادہ سرور ملتا ہے۔ لیکن شادی شدہ سے تعلق Safe ہے۔ کیا مطلب؟ مطلب یہ Pregnancy کا خطرہ نہیں رہتا"۔(27)

اس گفتگو کے بعد ثناء پر اس کی حقیقت آشکار ہوجاتی ہے، جبکہ ثناء خود جاگیر دارانہ ماحول سے تعلق رکھتی ہے، لیکن اس کی باتیں اسے پریشان کردیتی ہیں۔ یعنی مرد کے تعلقات روزمرہ کی بنیاد پر استوار ہوتے ہیں۔

راشدہ قاجی کے افسانوں کا نمایاں وصف اُن کا گہرا انسانی شعور ہے جو نہ صرف ان کی تحریروں کا حصہ ہے بلکہ اُن کی فکری شناخت بھی ہے۔ سیٹی اور پرائی عورت جیسے افسانے عورت کے وجود کے ساتھ جڑے ہوئے معاشرتی تضادات کو تجزیہ اور کاٹ کے ساتھ آشکار کرتے ہیں۔ وہ عورت کی ذات کو خوابوں کی شکستگی، محبت کی نارسائی اور شناخت کی جنگ میں گندھی ہوئی ایک سچائی کے طور پر سامنے لاتی ہیں۔ اُن کی افسانوی نثر میں سادگی، نفاست اور معنویت کا ایسا امتزاج ہے جو قاری کو چونکا دیتا ہے۔ وہ زندگی کو ایک ایسے آئینے کی صورت میں پیش کرتی ہیں جس میں ہر قاری اپنا عکس دیکھ سکتا ہے۔

راشد قاضی کے اکثر افسانوں میں سرمایہ دارانہ لوگوں کا ظلم وستم عورتیں بنتی ہیں انہیں استحصال کا نشانہ بنا کر لذت حاصل کی جاتی ہے اس کے علاوہ انہوں نے معاشرے کی دوسری حقیقتوں کو بھی واضح کیا ہے۔ ایسے نظام کے خلاف بولنے کا ہنر خوب آتا ہے۔ ان کے تمام افسانوں کے موضوعات حقیقت کی پیراکشی کرتے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ انوار احمد، ڈاکٹر، اُردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، (ملتان: کتاب نگر، 2017ء)، ص495
2۔ راشدہ قاضی، نامرد، مجھے کیا برا تھا مرنا، (ملتان: سطور پبلی کیشنز، 1999ء)، ص29
3۔ راشدہ قاضی، پیش لفظ، مجھے کیا بھرا تھا مرنا، (ملتان: سطور پبلی کیشنز، 1999ء)، ص2
4۔ راشدہ قاضی، اپائیڈ فار، ایضاً، (ملتان: سطور پبلی کیشنز، 1999ء)، ص41
5۔ راشدہ قاضی، سوالیہ نشان، ایضاً، (ملتان: سطور پبلی کیشنز، 1999ء)، ص2
6۔ راشدہ قاضی، گرد میں لپٹی کہانی، ایضاً، (ملتان: سطور پبلی کیشنز، 1999ء)، ص2
7۔ ایضاً، ص112

8۔ راشدہ قاضی، فرشتہ، پہلی سے محبت،(فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، 2014ء)، ص69

9۔ راشدہ قاضی، رنق ہستی ہے عشق خانہ ویراں سازسے، ایضاً،(فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، 2014ء)، ص78

10۔ راشدہ قاضی پہلی سی محبت،(فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، 2014ء)، ص110

11۔ راشدہ قاضی، امان، پہلی سی محبت،(فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، 2014ء)، ص119

12۔ ایضاً، ص120

13۔ راشدہ قاضی، نامرد، پہلی سی محبت،(فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، 2014ء)، ص123

14۔ ایضاً، ص124

15۔ ایضاً، ص126

16۔ راشدہ قاضی، جگنو ور ستارہ، پہلی سی محبت،(فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، 2014ء)، ص131

17۔ ایضاً، ص132

18۔ مرزا حامد بیگ، اُردو افسانے کی روایت،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، 2015ء)، ص887

19۔ راشدہ قاضی، چھوٹی سی غلط فہمی، 36 گھنٹوں میں 15 منٹ،(فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، 2014ء)، ص19

20۔ راشدہ قاضی، فارمی چوزے، 36 گھنٹوں میں 15 منٹ،(فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، 2014ء)، ص28

21۔ راشدہ قاضی، گھر، 36 گھنٹوں میں 15 منٹ،(فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، 2014ء)، ص309

22۔ راشدہ قاضی، دھت تیرے کی، 36 گھنٹوں میں 15 منٹ،(فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، 2014ء)، ص92

23۔ راشدہ قاضی، گھونسلہ، 36 گھنٹوں میں 15 منٹ،(فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، 2014ء)، ص89

24۔ راشدہ قاضی، لاڈو، 36 گھنٹوں میں 15 منٹ،(فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، 2014ء)، ص116

25۔ راشدہ قاضی، کنارے، 36 گھنٹوں میں 15 منٹ،(فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، 2014ء)، ص135

26۔ راشدہ قاضی، 36 گھنٹوں میں 15 منٹ،(فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، 2014ء)، ص136

27۔ ایضاً، ص137